شذرات

واتقوا اللہ الذی الخ جس انصاف کی تم دوسروں سے توقع رکھتے ہو تم تو دبھی اس کے پابند ہو جاؤ یعنی جب تم اللہ تعالی کے نام سے دوسروں سے انصاف کے متمنی ہو تو تمھیں تو دبھی دوسروں سے انصاف کرنا چاہیئے۔ والارحام جس طرح تم اپنے عزیز واقارب پر ظلم نہیں کرتے اسی طرح تم دوسروں پر بھی ظلم کرنا چھوڑ دو یعنی ان کے ساتھ اپنے عزیزوں سا انصاف کرو۔

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے عزیزوں اور اقارب کا خاص طور پر خیال رکھتا ہے اور ان سے حتی الوسع نہایت منصفانہ طور پر برتاؤ کرتا ہے اس لیے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جس طرح دوسروں سے ان کے رشتہ داروں کے نام سے انصاف چاہتے ہو اسی طرح تم بھی دوسرے کے ساتھ انصاف سے پیش آؤ (ان اللہ کان علیکم رقیبا اللہ تعالی تمھارا نگہبان ہے جس طرح تم لوگوں سے انصاف کرتے ہو اللہ تعالی نگران ہے کہ تمھارے ساتھ بھی اس سے کم انصاف نہ ہو اگر تم دوسروں کے ساتھ ظلم کروگے تو لازمًا تمھیں اس کا بھگتنا پڑے گا غرض اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ معاشرتی زندگی میں پہلا قانون منصف مزاجی ہے اور اسی پر حکومتوں کا دار و مدار ہے۔

ترجمہ: اور دے ڈالو یتیموں کو ان کے مال اور بدل نہ لو برے مال کو اچھے مال سے اور نہ کھاؤ انکے مال اپنے مالوں کے ساتھ یہ ہے بڑا وبال۔

جس بچے کے سر سے اس کے باپ کا سایہ اٹھ جائے اسے اسلام نے یتیم قرار دیا ہے اس لیے کہ اس کی ماں دوسرا نکاح کرسکتی ہے اور اس صورت میں وہ اپنے دوسرے خاوند کی خدمت میں مصروف رہے گی اور پہلی اولاد کی نگرانی اور تربیت حسب دلخواہ نہیں کرسکے گی

دوسرے خاوند سے جو اولاد ہوئی ہے اس کی طرف اسے لازماً توجہ زیادہ دینی پڑے گی اسے حکم ہوتا ہے کہ ایسے یتیم کو اس کا مال دے دو یعنی اس معاملہ میں نہایت منصف مزاجی برتو اور اس کمزور حصے سے جس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے انصاف کرو ولا تتبدلوا الخبیث اور اس کی اچھی چیزوں کے بجائے اسے بُری چیز مت دو یعنی اس کا مال مت تبدیل کرو۔ جس سے اسے نقصان پہنچے ولا تاکلوا اموالکم اور اگر تم نے اس کے اور اپنے مشترک تجارت یا کوئی کاروبار تجارت شروع کیا ہے تو اسے اس کا واجبی حصہ دے دو وان کان حوبًا کبیرا یہ بہت بے انصافی اور ظلم ہے۔ اس کی دلیل نہیں اس لیے کہ یہ دعویٰ اس قدر زبردست ہے کہ مخاطب سے اس کی خود بخود تائید ہوتی ہے اور یہ صرف اجتماعی زندگی سے ہی ہو سکتا ہے اس لیے کہ انسان کو اپنے بچوں سے فطرتاً محبت ہو گی اگر وہ کسی یتیم کا مال غصب کرے گا جس کا کوئی پرسان حال نہیں تو اسے اس طور پر سمجھا سکتے ہیں کہ دیکھو اگر آج تم دوسروں سے اس قسم کا سلوک کرو گے تو اگر خدانخواستہ کل تمھاری وفات ہو جائے تو تمھارے یتیموں سے بھی دوسرے اس قسم کا سلوک کریں گے اس طرح وہ بہت متاثر ہو سکتا ہے بہ نسبت اس شخص کے جو معاشرتی زندگی میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اس واسطے کہ اس میں وہ جذبات پیدا ہی نہیں ہوتے۔ اس واسطے اسلام نے رہبانیت اور ترک دنیا کو جائز قرار نہیں دیا۔ ایک عورت تمھاری مرجائے گی اور اس سے اولاد ہوگی تو اس کی تکفیل و تربیت کے لیے تم کو تکالیف پیش آئیں گی اس سے تم یتیم کی پرورش سیکھ لوگے۔ باپ مرے آدھا یتیم اور ماں مرے پورا یتیم۔

اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کرسکو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کرو جو اور عورتیں تم کو خوش آویں دو دو تین تین چار چار پھر اگر ڈرو کہ انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی نکاح کرو یا لونڈی جو اپنا مال ہے اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے۔

ما طاب لکم من النساء ۔ من الحرائر التی اقاربھم احیا وھم یطالبون حقوقھن اگر سوسائٹی میں جنگ وغیرہ کی حالت ہو جس میں بہت سے افراد شہید ہو جائیں (کما فی احد سبعون من سبعمائۃ) تو اس صورت میں اس قانون پر عمل کرنے کی اجازت لڑنے والے سوسائٹی کو اپنی اخلاقی حالت کو برقرار رکھنے کے لیے اسے قانون کی ضرورت رہتی ہے مگر یہ قانون

کے طور پر نہیں ہوتا بلکہ وقتی مصلحت کے طور جیسے مجبوری کی حالت میں اکل میتہ اس واسطے اس کے لیے قانون بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب وہ ضرورت پوری ہو جائے گی تو وہ عارضی قانون خود بخود ٹوٹ جائے (مثل اکل المیتته والخنزیر یرتفع اجازته بارتفاع الضرورۃ) یا جیسے کوئی گورنمنٹ کسی خاص تحریک کو دبانے کے لیے عارضی طور پر کوئی آرڈیننس عارضی قانون پاس کر دے، مگر اس ضرورت کے پورا ہونے پر یہ عارضی قانون خود بخود ٹوٹ جائے گا۔ غرض بچے کی بہترین تربیت گاہ اس کی ماں کی گود ہے اس لیے ایک بہترین خوش اخلاق معلم اپنی سوسائٹی کو نہایت با اخلاق بنانا چاہتا ہے وہ یہی کوشش کرے گا کہ اس سوسائٹی کی عورتیں بہترین قابل اور با اخلاق معلمہ ہوں۔ مگر ان کو تعلیم دینی از حد مشکل ہے۔ اس لیے کہ مرد خواہ کس قدر پابند صوم صلوٰۃ ہو اس کا عورتوں کو تعلیم دینا قباحت سے خالی نہیں ہے اور اس کے لیے کئی قسم کے سوئے فتنوں کے اٹھنے کا احتمال ہے۔ اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ وہ ایک سے زیادہ شادی نہ کرے اور پھر ان کو تعلیم دے سکے، ان کے اخلاق بھی نہ بگڑنے پائیں اور پھر وہ بھی با اخلاق ہو کر تعلیم دے سکیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے نکاحوں میں یہی راز مضمر تھا۔ سندھ میں (دارالحکومت ٹھٹہ) ایک بزرگ نے چار بیویاں کیں مگر ان سے ازدواجی تعلقات قائم نہ رکھے اور انھیں مکمل تعلیم دے کر رخصت کر دیا۔ اور پھر چار اور سے نکاح کیا اور انھیں بھی مکمل تعلیم دے کر رخصت کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام سندھ میں عورتوں میں دینیات کی تعلیم عام ہے۔ غرض بتلایا کہ معاشرتی زندگی بسر کرنے کا یہ کم از کم درجہ ہے کہ اگر تم نے قومی پروگرام کو مکمل کرنا ہے تو اس کے لیے صرف ایک عورت کافی ہے اور زیادہ عورتیں صرف اس صورت میں کی جائیں جب کہ بین الاقوامی پروگرام کی تکمیل منظور ہو۔